International Research Jounral of Islamic Culture & Communication

IRJICC

ISSN:3007-4630 (P),3006-8304(E)

کلام نبوی ﷺ میں تشبیہ و تمثیلات کے متعلق وارد احادیث مبارکہ کا ایک تحقیقی جائزہ

A RESEARCH-BASED STUDY OF SIMILES AND PARABLES IN THE SAYINGS OF THE PROPHET MUHAMMAD (ﷺ)

1. **Dr. Haroon Ur Rashid**
haroonrk88@gmail.com
Lecturer, Department of Islamic Studies & Religious Affairs, University of Malakand.

2. **Salman Khan**
salmankhansafdar5757@gmail.com
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies & Religious Affairs, University of Malakand.

3. **Dr. Muhammad Noman**
Numanm964@gmail.com
Assistant Professor, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat. (Corresponding Author)

Vol. 03, Issue, 04, Oct-Dec 2025, PP:26-33

OPEN ACCES at: www.irjicc.com

Article History	Received	Accepted	Published
	15-10-25	03-11-25	30-12-25

Abstract

Similes and metaphors have always been an effective and beautiful means of expression, interpretation, and understanding in every language. Moreover, all forms of material education and training find their fulfillment through the use of such literary devices. This is why no literature—whether human or divine—has ever remained devoid of similes and metaphors, as their absence would be inconceivable. Just as the Divine Speech (the Qur'an) employs similes and parables as a means of clear communication, similarly, Prophetic speech (Hadith) frequently utilizes these tools for effective understanding. A concept or message, when conveyed through a simile or example, becomes

CC BY

more firmly rooted in the listener's mind. Such illustrative expression also generates interest and helps the audience grasp the intended message more swiftly and deeply. In the forthcoming article, selected metaphorical and illustrative examples from the Prophetic discourse (ﷺ) are presented.

***KeyWords**: Similes, Parables, Hadith, Divine Speech, metaphorical Muhammad (ﷺ).*

موضوع کا تعارف:

تشبیہ و تمثیل ہر زبان میں تعبیر و تفہیم اور اظہار کا ایک مؤثر اور خوبصورت ذریعہ رہا ہے۔ نیز ہر قسم کی مادی تعلیم و تربیت کی تکمیل تشبیہ و تمثیل سے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی لڑیچر خواہ انسانی ہو یا آسمانی اس سے خالی نہ رہ سکا، کیونکہ ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ کلامِ الٰہی میں جس طرح تشبیہ و تمثیل کے اسلوب کو افہام و تفہیم کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ تو اسی طرح کلام نبوی ﷺ میں بھی کثرت سے اس ذریعہ تفہیم کو اختیار کیا گیا ہے۔ کہ کسی چیز کی تشبیہ یا مثال بیان کی جائی جس کے ذریعے بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائی۔ مثال کی صورت میں بیان کی گئی بات دلچسپی کا باعث ہوتی ہے اور مخاطب کو جلد سمجھ میں آجاتی ہے۔ آنے والے مضمون میں کلام نبوی ﷺ سے چند تمثیلاتی نمونے پیش کئے گئے ہیں۔

مثال نمبر: 1۔ مومن ایک مومن کے لیے آئینہ ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ مِرْآةُ أَخِيهِ فَإِنْ رَأَى بِهِ أَذًى فَلْيُمِطْهُ عَنْهُ"[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ [2] سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر کوئی ایک دوسرے کا آئینہ ہے اگر اس میں کوئی برائی دیکھے تو اسے دور کرے۔ اس حدیث میں ایک مومن کو دوسرے مومن کے لیے آئینہ قرار دیا گیا ہے، انسان آئینہ کو اپنی ضرورت سمجھتا ہے، اس میں کوئی عیب ہو تو تقاضائے محبت ابھرتا ہے، نہ انسان اپنی غیبت کرتا ہے، نہ شکوہ شکایت، بلکہ اصلاح کی سعی کرتا ہے، یہی رویہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ اپنانا چاہیے، اس تشبیہ کی گہرائی اور گیرائی اور معنویت پر غور کیجیے، اس کے بعد فیصلہ کیجیے کہ دین میں اس سے بہتر اور کوئی تشبیہ ممکن ہے؟۔

مثال نمبر: 2۔ دنیا سے بے رغبتی اور لا تعلّقی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر دنیا سے بے رغبتی اور بے اعتنائی کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ"[3]

ابن عمر رضی اللہ عنہ [4] سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: دنیا میں تم اس طرح رہو کہ گویا تم مسافر ہو یا راہ رو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں محسوس چیز کو محسوس سے تشبیہ دی ہے۔ دنیا سے انسان کے تعلق کی بے ثباتی اور ضرورت کے مطابق متاعِ دنیا سے نفع اٹھانے اور حرص و طمع سے اجتناب کی تلقین کے لیے اس سے بہتر شاید کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔

مثال نمبر: 3۔ محبّ جاہ و مال: دنیا میں کون انسان ہے، جسے عزت اور دولت محبوب و مرغوب نہ ہو۔ یہ چیزیں صرف مرغوب ہی

نہیں، بلکہ ان میں ہر روز اضافہ چاہتا ہے اور کوئی مقام ایسا نہیں جہاں یہ ہوس جا کر رک جائے۔ جب یہ محبت روح میں پیوست ہو جائے تو زندگی کا نصب العین بن جاتی ہے اور پھر ہر فتنہ وفساد اسی سے پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انسان سیاست ومذہب کے نئے نئے روپ دھارتا ہے اور ہر راہ سے اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ ہوسِ زر ہو یا ہوسِ اقتدار دونوں انسانیت اور دین کے لیے زہر ہیں، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمثیل یوں فرمائی:

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمِ مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ فِي حَظِيرَةٍ يَأْكُلَانِ وَيُفْسِدَانِ بِأَضَرَّ فِيهَا مِنْ حُبِّ الشَّرَفِ وَحُبِّ الْمَالِ فِي دِينِ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ[5]"

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خونخوار بھیڑیوں کا کسی زخم کو چاٹ چاٹ کر خراب کرنا زخم کے لیے اتنا مضر نہیں جتنا مضر ایک مسلمان کے دین کے لیے حب جاہ اور حُب مال ہے۔

مثال نمبر: 4۔ نماز اور مغفرت گناہ: نماز کی صحیح حقیقت سمجھانے کے لئے آپ ﷺ نے اس کی تمثل ان الفاظ سے بیان فرمائی:

"عن أبی ھریرۃ أنہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول أرأیتم لو أن نھرا بباب أحدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ما تقول ذلك یبقی من درنہ قالوا لا یبقی من درنہ شیئا قال فذلك مثل الصلوات الخمس یمحو اللہ بہ الخطایا[6]"

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارے گھر کے سامنے سے نہر جاری ہو اور ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کیا جائے تو جسم پر ذرہ برابر میل رہ سکتا ہے، لوگوں نے کہا ہرگز نہیں رہ سکتا۔ فرمایا: یہی مثال نماز پنج گانہ کی ہے، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو دھو دیتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں جو تمثیل و تشبیہ ہے وہ نہایت اعلیٰ اور عمدہ ہے، مگر یہ صرف انہیں لوگوں کے لیے ہے، جو نماز کی حقیقت سے واقف ہوں۔ نماز ہوتی ہی ہے تطہیر قلب ونگاہ کے لیے، اخلاق وسیرت کی بلندی کے لیے، نفس امّارہ کے تزکیہ کے لیے، جو دن رات میں کئی مرتبہ خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنی بندگی اور عبدیت کا اظہار کرے اور اس کے تقاضوں کو سمجھے اس کے گناہ دھل جانے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے، لیکن اگر اس کے تقاضوں کو غلط طریقے سے سمجھا جائے تو پھر یہ ہو گا کہ نمازی دل کھول کر ارتکاب گناہ کرتا جائے گا اور دل ہی دل میں یہ خیال کرے گا کہ جہاں نمازیں پڑھ لیں گناہ معاف ہو گئے۔ یہ زاویہ نگاہ ایسا ہے جو بجائے پاک کرنے کے اور زیادہ ناپاک کرتا جاتا ہے اور نمازی مستحق رحمت ہونے کے بجائے وعید کا مستحق ہوتا جاتا ہے۔ قصور نماز کا نہیں، نمازی کی فطرت واستعداد کا ہے۔ کھانا توانائی کے لیے کھایا جاتا ہے، لیکن اگر معدہ کی استعداد ہی صحیح نہ ہو تو وہی کھانا زہر بن جاتا ہے، قصور کھانے کا نہیں کھانے والے کی صلاحیت واستعداد کا ہوتا ہے۔

مثال نمبر: 5۔ تلاوتِ قرآن اور اثرِ صحبت: تلاوت کرنے والوں کی قسموں کو یوں سمجھئے کہ کوئی قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔ تلاوت کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں مومن متقی بھی ہو سکتے ہیں اور مومن وفاسق بھی، ان میں سے ہر ایک کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ تشبیہیں دی ہیں۔ ایک مومن قاری کی دوسری غیر مومن قاری کی تیسری فاسق قاری کی اور چوتھی فاسق غیر قاری کی اس کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک وبد کی صحبت کے اثر کی بھی تمثیلیں بیان فرمائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"عن أنس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المؤمن الذی یقرأ القرآن مثل الأترجۃ ریحھا طیب وطعمھا طیب ومثل المؤمن الذی لا یقرأ القرآن کمثل التمرۃ طعمھا طیب ولا ریح لھا ومثل الفاجر الذی یقرأ القرآن کمثل الریحانۃ ریحھا طیب وطعمھا مر ومثل الفاجر الذی لا یقرأ القرآن کمثل الحنظلۃ طعمھا مر ولا ریح لھا ومثل الجلیس الصالح کمثل صاحب المسك إن لم

يصبك منه شيء أصابك من ريحه ومثل جليس السوء كمثل صاحب الكير إن لم يصبك من سواده أصابك من دخانه[7]"

حضرت انس رضی اللہ عنہ [8] سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو مومن قرآن حکیم پڑھتا ہو، اس کی مثال اترج جیسی ہے جس کا مزہ بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی اور جو مومن تلاوت قرآن پاک نہ کرتا ہو وہ گویا چھوہارا ہے، جس کا مزہ تو اچھا ہے، لیکن خوشبو کوئی نہیں، لیکن وہ فاجر جو قرآن پڑھتا ہو، ایسا ہے جیسا ریحانہ جس کی مہک اچھی اور مزہ کڑوا اور جو فاجر تلاوت قرآن پاک نہ کرتا ہو اس کی مثال حنظلہ جیسی ہے، جس کا مزہ کڑوا اور بو کوئی نہیں اور صالح کا ہم نشین جیسے مشک پاس رکھنے والا یعنی اگر مشک میسر نہ آئے تو لپٹ تو آہی جائے گی اور بری صحبت میں رہنے والا ایسا جیسا بھٹی والا کہ اگر سیاہی سے بچ بھی گیا تو دھواں تو لگ ہی جائے گا۔

مثال نمبر: 6۔ مومن کی بہترین تمثیل: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن مخلص کو سونے کی ڈلی سے مشابہ قرار دیا:

"عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفس محمد بيده إن مثل المؤمن لكمثل القطعة من الذهب نفخ عليها صاحبها فلم تغير ولم تنقص، والذى نفس محمد بيده إن مثل المؤمن لكمثل النحلة أكلت طيبا ووضعت طيبا ووقعت فلم تكسر ولم تفسد[9]"

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ [10] سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے مومن کی مثال اس سونے کی ڈلی کی سی ہے جس کے مالک نے اس کو تپایا پھر نہ تو اس کا رنگ بدلا اور نہ وزن گھٹا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے مومن کی مثال ٹھیک اس شہد کی مکھی کی سی ہے جس نے عمدہ پھول چوسے، اچھا شہد بنایا اور جس شاخ پر وہ بیٹھی نہ تو اپنے وزن سے اس کو توڑا نہ خراب کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک مثال دے کر مومن کی چند صفتیں بیان فرمائی ہیں، اس کی پہلی صفت یہ ہے کہ اس میں کھوٹ بالکل نہیں نکلتا جتنا اس کو آزماؤ اتنا ہی اور کھرا نکلتا ہے وہ اس نقلی سونے کی طرح نہیں ہوتا جس کا تپانے سے رنگ بدل جاتا ہے یا اس کا وزن گھٹ جائے اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ شہد کی مکھی کی طرح صاف ستھری غذا کے سوا کوئی حرام اور مشتبہ کھانا نہیں کھاتا۔ اس کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ شہد کی مکھی کی طرح جہاں بیٹھتا ہے کسی کو ضرر نہیں پہنچاتا۔ ایک مومن مخلص کی اس سے بڑھ کر کوئی اور تمثیل ہو سکتی ہے؟

مثال نمبر: 7۔ کھجور کی درخت کی تشبیہ:

"عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن من الشجر شجرة لا يسقط ورقها وإنها مثل المسلم فحدثونى ما هى فوقع الناس فى شجر البوادى قال عبد الله ووقع فى نفسى أنها النخلة فاستحييت ثم قالوا حدثنا ما هى يا رسول الله قال هى النخلة[11]"

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے جھڑتے نہیں ہیں وہ درخت مسلمان کی مانند ہے، کیا تم لوگ بتا سکتے ہو کہ وہ کون سا درخت ہو سکتا ہے؟ صحابہ سوچنے لگے اور ایک لمحے کے لیے گویا حاضرین جنگلوں اور صحراؤں میں گھومنے لگے، حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید کھجور کا درخت مراد ہو، لیکن چونکہ ہمارے بڑے خاموش تھے، اس لیے مجھے جواب دیتے ہوئے حیا محسوس ہوئی اور میں خاموش رہ گیا۔ پھر صحابہ نے عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی فرمادیں کون سا درخت مراد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کھجور کا درخت۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کھجور کے درخت سے اس لیے مشابہ قرار دیا کہ

کھجور کا درخت ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے، اس لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سوال میں فرمایا کہ وہ درخت ایسا ہے جس کے پتے گرتے نہیں ہیں، گویا اس تشبیہ میں مسلمانوں کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ مسلمانوں کو بھی ہمیشہ ذکر و تسبیح کے ذریعہ ہرا بھرا رہنا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کھجور کا درخت بڑا ہی بابرکت اور نافع درخت ہے، کھجور کا پورا وجود انسان کے لیے نفع بخش ہے، اس کے پھل، پتے، بیج، تنہ، جڑ اور سایہ، یہ سبھی انسان کی ضرورت میں کام آتے ہیں، گویا مومن کو اس درخت سے تشبیہ دے کر اس کی نافعیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مومن کو اپنے سماج اور معاشرے کے لیے نافع ہونا چاہیے۔

مثال نمبر: 8۔ واعظ بے عمل: اس کے متعلق آپ ﷺ نے نہایت لطیف مثال فرمایا ہے:

"مَثَلُ الَّذِي يُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَيَنْسَى نَفْسَهُ مَثَلُ مِصْبَاحٍ يُضِيءُ لِلنَّاسِ وَيَحْرِقُ نَفْسَهُ"[12]

جو شخص کسی کو نیکی کی تعلیم دے اور خود اس پر عمل نہ کرے اس کی مثال اس چراغ کی سی ہے جو اوروں کو تو روشنی دے اور اپنے آپ کو جلاتا رہے۔

مثال نمبر: 9۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی تمثیل: جنگ بدر میں ستر افراد قید ہو کر آئے تھے۔ ان قیدیوں کے متعلق آپ ﷺ نے مشورہ فرمایا۔ ان قیدیوں کے متعلق جب آپ ﷺ نے مشورہ فرمایا، تو حضرت ابو بکرؓ نے رائے دی کہ فدیہ لے کر ان سب کو رہا کر دیا جائے، شاید اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق دے۔ حضرت عمرؓ بولے کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ کو بے وطن کیا اور جھٹلایا، اس لئے سب کی گردنیں اڑادی جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے ابو بکر! تمہاری مثال تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ: جو میری پیروی کرے، میرا ہے اور جو نافرمانی کرے، تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے، اور حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ: اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر ان کی مغفرت فرمائے تو غالب اور حکمت والا ہے۔ اور اے عمر! تمہاری مثال حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ جیسی ہے۔ حضرت نوحؑ نے یہ دعا کی تھی کہ: ان کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر زندہ نہ چھوڑ[13]، اور حضرت موسیٰؑ نے یہ دعا کی تھی کہ: ان کے دلوں میں اور سختی پیدا کر دے تاکہ دردناک عذاب کو دیکھے بغیر یہ ایمان ہی نہ لاسکیں[14]۔ ابو بکرؓ و عمرؓ کی سیرتوں کے ساتھ سیدنا ابراہیم و عیسیٰؑ اور سیدنا نوحؑ و موسیٰؑ کی سیرتوں سے جو واقف ہوگا، وہ یہ اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان دونوں بزرگوں کے لئے اس سے بہتر تشبیہ و تمثیل ممکن نہیں۔

مثال نمبر: 10۔ مجمع کو چیرنا: مجلس کے آداب یہ ہیں کہ جو پہلے آئے وہ آگے بیٹھے اور جو پیچھے آئے وہ پیچھے جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ یہی صورت نماز جمعہ میں بھی ہونی چاہیئے۔ لیکن بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ آئیں گے تو سب کے بعد لیکن سب سے اگلی صف میں بیٹھنے کی کوشش کریں گے۔ تو ایسے لوگ مجمع کو چیر کر لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے جمع کے سروں سے گزر جاتے ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتے کہ ان کی اس حرکت سے کسی کو کیا تکلیف ہوگی۔ آپ ﷺ کو آدابِ مجلس کے علاوہ یہ بھی انتہائی خیال رہتا تھا کہ کسی سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اس لئے فرمایا: جو شخص نماز جمعہ میں حاضرین کو روندتا ہوا آگے جاتا ہے، اپنے لئے جہنم کا پل بناتا ہے[15]۔ واقع میں لوگوں کے سروں اور گردنوں کو اپنا راستہ بنانے کے لئے اس سے بہتر تہدیدی مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ وہ ایک پل سے گزر رہا ہے جو سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔

مثال نمبر: 11۔ جان و مال کا احترام: بعض حقائق ایسے ہوتے ہیں جو عام حالات میں مؤثر نہیں ہوتے۔ لیکن ایک خاص موقع پر ان کی تاثیر بے پناہ ہو جاتی ہے۔ بلاغت کا مطلب بھی یہی ہے کہ بات ٹھیک موقع محل پر کہی جائے۔ مثلاً ایک مومن کی جان و مال

کے متعلق سب جانتے ہیں کہ یہ حرام اور قابل احترام ہے۔اس بات کو آپ جس موقع پر بھی کہیں ٹھیک ہوگی، لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ مؤثر بھی ہو۔ لیکن آپ ﷺ نے اس بات کو زمان اور مکان کا لحاظ کرتے ہوئے کتنے ٹھیک موقع فرمایا ہے۔ سوا لاکھ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے ساتھ حج میں شریک ہیں۔ ایسا حج جو حکم فرضیت کے بعد پہلا حج اور آخری حج ہے۔ جو حضور ﷺ کے ساتھ ادا کرنے کا شرف حاصل کیا جارہا ہے۔ زمانہ حج کا ہے۔ جیسے شہر حرام کہتے ہیں۔ جگہ وہ پاک سرزمین ہے۔ جسے مسجد حرام کہتے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کا احترام اس حد تک ہے کہ ایک جانور مارنا بھی حرام ہے۔ اور یہ ایسی رسم ہے جو قدیم الایام سے دلوں میں راسخ بھی ہے، اور اسلام بھی اسے باقی رکھتا ہے۔ ایسے موقع پر آپ ﷺ ایک بلیغ خطبہ دیتے ہیں۔ جس کا ایک ایک لفظ دلوں میں گھر بنالیتا ہے۔ تکمیل دین کی آیت بھی نازل ہو جاتی ہے [16]۔ ٹھیک اس موقع پر آپ ﷺ لوگوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ یہ کون سے مقام ہے؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ جواب دیتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ پوچھتے ہیں۔ کہ کیا یہ مسجد حرام اور ماہ حرام نہیں؟ سب اثبات میں جواب دیتے ہیں اور دل ان دونوں زمان ومکان کی حرمت کے جذبات سے بھرپور ہو جاتے ہیں۔ تو آپ ﷺ فرماتے ہیں: اچھا تو سن لو کہ تمہارا خون اور تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام اور واجب الاحترام ہیں۔ جس طرح آج کا دن، اس مہینے میں اور اس شہر مکہ میں حرام اور واجب الاحترام ہیں [17]۔ اس تشبیہ کو دیکھنے اور موقع محل کو دیکھئے۔ اس کے بعد فیصلہ کیجیئے کہ دنیا میں اس سے بہتر کوئی اور تشبیہ بھی ممکن ہے؟۔

مثال نمبر: 12۔ اقامت حدود اللہ: کسی سزا کا تصور سلیم طبائع کے لئے خوشگوار نہیں ہوتا۔ سزا میں بہرحال ایک سخت دلی کا مظاہرہ نظر آتا ہے۔ لیکن اگر اسے بالکل ترک کر دیا جائے تو دنیا سے امن وامان اٹھ جائے گا۔ کیونکہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ اگر سزا کا خوف نہ ہو تو وہ ہر برائی کے ارتکاب پر جری ہو جائیں۔ یہ صرف تصور سزا ہے جو بے شمار انسانوں کو زمین میں فساد سے روکے ہوئے ہے۔ اس کے لئے آپ ﷺ نے جو مثال فرمایا ہے وہ یہ ہے: کہ حدود اللہ کو جو نافذ کرتا ہے اور جس پر وہ نافذ ہوتی ہیں۔ ان دونوں کی مثال ایسی ہے، جیسے کچھ لوگ ایک کشتی میں اپنی اپنی جگہیں تقسیم کر کے بیٹھ گئے ہوں۔ بعض اوپر کی منزل میں ہوں اور بعض نیچے کی منزل میں، پھر نیچے والوں کو پانی کی ضرورت محسوس ہو اور اوپر والوں سے جا کر ہم اپنے والے حصے میں پانی لینے کے لئے ایک کو ہم سوراخ کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ ایسی حالت میں اگر اوپر والے ان کو اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے آزادی دے دیں تو نتیجے میں سب کے سب ہلاک ہوں گے اور اگر وہ ان کے ہاتھ پکڑ لیں تو وہ بھی اور یہ بھی سب بچ جائیں گی [18]۔

خلاصۃ البحث:

آپ ﷺ نے موقع محل اور مخاطب کے ذہنی سطح کو دیکھ کر کتنی بہترین انداز میں تشبیہ اور تمثیلات بیان فرمائی ہے، اور مخاطب کو تشبیہ اور تمثیل کے ذریعے سمجھایا ہے۔ اسی وجہ سے ایک متکلم کے لئے اپنے سامعین کے ذہنی استعداد کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے استعداد کے موافق تشبیہات اور تمثیلات دینا چاہیے تاکہ ان کو متکلم کی بات سمجھنے میں آسانی ہو۔ کیونکہ تشبیہ اور تمثیل کے ذریعے بات سمجھ میں آجاتی ہے اور مخاطب اس سے بہتر طریقے سے اخذ کرتا ہے۔ یہی طریقہ کار تعلیمی ماحول میں بھی ہونا چاہیے کہ ایک استاذ طالب علم کے ذہنی استعداد کو دیکھتے ہوئے اس کے ذہن کے موافق اس کو تشبیہ اور تمثیل دے تاکہ

استاذ کی بات اس کے ذہن میں اچھی طرح آ جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] ۔الترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، السورہ، السنن، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1418ھ / 1998ء، ج3، ص390، رقم 1929

[2] ۔ آپ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔نام کے سلسلے میں محدثین و مؤرخین کا اختلاف ہے۔ لیکن ایک جم غفیر کے نزدیک آپ کا نام عبد الرحمٰن ابن صخر ہے۔ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے مرویات کی تعداد 8374 ہیں۔ تقریباً 800 شاگرد ہیں۔ 59ھ / 679ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اسد الغابہ، ج3، ص534۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دار الجیل، بیروت، 1412ھ / 1992ء، ج2، ص69۔

[3] ۔البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، بیروت، 1422ھ / 2002ء، ج8، 89، رقم 6416

[4] ۔ آپ کا پورا نام عبد اللہ بن عمر بن خطابؓ عدوی القرشی جلیل القدر صحابی ہیں۔ کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ اسلام ہی میں ہوش سنبھالا اور اپنی والد کی معیت میں ہجرت کی بدر اور احد میں کم سنی کی وجہ سے شریک نہ ہوئے۔ باقی تمام غزوات میں شریک رہیں۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کو رجل صالح سے یاد کیا۔ فقیہ اور کثیر الروایہ صحابی ہیں۔ آپ کی مرویات 2630 ہیں۔ 73ھ / 692ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء، ج5، ص 150 و ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، دار الجیل، بیروت، 1992ء، ج3، ص950

[5] ۔امام بزار، ابو بکر احمد بن عمرو، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورہ، 1988ء، ج12، ص295

[6] *Ahmed, Syed Ghazanfar, and Muhammad Imran Raza Tahavi. "Syeda Sadia Ghaznavi On The Holy Prophet As A Psychologist And Educationist." Journal of Positive School Psychology http://journalppw. com 6, no. 8 (2022): 7762-7773.*

[7] ۔ سجستانی، ابو داؤد سلیمان بن اشعث، السنن، مکتبہ مصریہ، بیروت، سطن، ج4، ص259، رقم 4829

[8] ۔ آپ کا نام انس بن مالک بن نضر بن ضمضم نجاری ہیں۔ کنیت ابو حمزہ ہے۔ خزرجی، انصاری اور بلند مرتبہ صحابی اور خادم رسول ﷺ تھے۔ مرویات کی تعداد 2286 ہے۔ ہجرت مدینہ سے دس سال پہلے 612ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کی وفات تک ان کی خدمت کرتے رہے۔ بصرہ میں 93ھ / 712ء میں وفات پائی۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ج1، ص294

[9] ۔ ابن حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد، المسند، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 2001ء، ج11، ص458

[10] ۔ آپ کا پورا نام عبد اللہ بن عمرو بن العاص القرشیؓ ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے۔ صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ نبی کریم ﷺ، عمر بن الخطابؓ اور معاذ

بن جبلؓ آپ کے شیوخ جبکہ انس بن مالکؓ، ابراہیم بن محمدؒ اور اسعد بن سہلؒ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔67ھ/686ء کو وفات پائی۔ابن اثیر،اسد الغابہ،ج5،ص462وابن عبد البر،الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب،ج1،ص292

[11] *Jafar, Irfan, Shahzada Imran Ayub, Shams ul Arifeen, Fatima Kafayat, Saad Jaffar, and Muhammad Waheed U. Zaman. "Contemporary Educational Issues Of Pakistani Children And Their Causes And Remedies (An Applied Study Of Pakistani Society In The Light Of Sirat-Un-Nabi." Journal of Positive School Psychology 6: 758-770.*

[12]۔ابو محمد عبد اللہ بن محمد،کتاب الامثال فی الحدیث النبوی،دار سلفیہ،ہند،1987ء،ص324،رقم276

[13]۔سورۃ النوح:26

[14]۔ابن ابی شیبہ،ابو بکر بن ابی شیبہ،المسند،دار الوطن،ریاض،1997ء،ج1،ص244،رقم366

[15]۔الترمذی،السنن،ج1،ص645،رقم513

[16]۔سورۃ المائدۃ:03

[17]۔قشیری،ابو الحسن مسلم بن حجاج،المسلم،دار احیاء التراث،بیروت،1991ء،ج2،ص886،رقم1218

[18]۔بخاری،الجامع،ج3،ص139،رقم2493